ریاستی امن وامان اور بنیادی انسانی حقوق کے تحفظ میں حدود و تعزیرات کا کردار

عمارہ خان*

طاہرہ بشارت**

Abstract

In today's era Homicide, Theft, fraud, corruption, lawlessness, are escalating all over the world. And every society needs peace and security to sustain and flourish. Because peace and security are an essential part of human life. Islam which is a complete code of life and it gives us a comprehensive and inclusive teachings in every walk of life. Islam as a peace-loving religion determines an imperative/mandatory judicial system for the society in order to ensure peace and honour for society. The implementation of hudood laws is needed to extirpate the crimes and for the rectification of culprit. This article would deal with those factors which in essential for state and also analyse the five fundamental human rights i.e. (Protection of life, property protection of honour, wealth, protection of wisdom and protection of Mankind). Is this system being beneficial for the society or not, are they implemented at the present day in Pakistan.

Keyword: Peace, Society, Hudood Laws, Security

تعارف امن وامان:

آج اکیسویں صدی میں دنیامیں ہر طرف جہاں قتل وغارت، فتنہ وفساد، بدامنی پھیل رہی ہے۔ امن وسکون نام کی کوئی چیز نظر نہیں آرہی۔ ہر انسان پریشان نظر آرہاہے۔ بے پناہ سائنسی اور دنیوی ترقی کے باوجود انسان مطمئن نہیں ہے۔ شرافت، صداقت، اور ہمدردی تمام اخلاقی قدریں دم توڑ چکی ہیں۔ آج عالم انسانیت امن کی تلاش میں سرگرداں ہے۔ ان تمام حالات میں وہ واحد ہستی ہے جو تمام جہاں کیلئے رحمت للعالمین بن کر آئے جن کی ذات، بابرکات سے دنیاسے اندھیرے چھٹ گئے اور جنہوں نے آج سے پندرہ سو سال قبل اپنی عالمگیر اور جامع تعلیمات سے اسلام کی ریاست اول مدینہ منورہ میں ایسانظام امن قائم کیاکہ جس کی مثال رہتی دنیاتک قائم رہے گی۔ پیغمبرِ امن نے اپنی تعلیمات سے ۲۳سالہ پیغمبرانہ دور میں ایک ہمہ گیر دعوت و اصلاح کے ذریعے لوگوں کے عقائد درست کئے اور ان افکار کا تزکیہ کیا اور قلوب کی اصلاح کی اور عورتوں کو افکار ان کے حقوق دیئے۔

---

*پی ایچ ڈی سکالر، ادارہ علوم اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور۔

**چیئرپرسن، شعبہ اسلامی فکر و تہذیب، یونیورسٹی آف مینجمنٹ اینڈ ٹیکنالوجی، لاہور۔

قبائل کی باہمی عداوتیں اور خانہ جنگیوں کو ختم کر کے کمزروں اور مظلوموں کی حمایت کی۔ شرعی سزاؤں کا نفاذ کر کے جرائم کا خاتمہ کیا اور امن وامان قائم کیا اور پورے جزیرہ العرب کو امن وامان کا گہوارہ بنادیا۔

بقول علامہ شبلی نعمانیؒ:

"نو دس برس کی متواتر اور پیہم کوششوں سے پورے عرب میں امن وامان قائم ہو گیا۔ قریش اور یہودیوں کی سازشوں کا طلسم ٹوٹ گیا اور تمام رہزن اور ڈاکو جھتے رام ہو گئے۔"

اسلام جو کہ مکمل ضابطہ حیات ہے اور اسلام نے جہاں سیاست وسیادت، معیشت و تجارت ہر شعبہ زندگی سے متعلق اصول دیئے۔ وہاں اسلام نے عدل وقضاء، جرم وسزا کا بھی پورا نظام دیا اور حدود و تعزیرات، قصاص ودیت کی صورت میں مختلف جرائم کی سزائیں بھی مقرر کیں۔ جرائم چونکہ معاشرے میں اہم سماجی مسئلہ ہوتے ہیں جس کی وجہ سے معاشرے میں بدنظمی، انتشار اختراق جنم لیتا ہے۔ لہٰذا معاشرے کو جرائم سے پاک کرنے کیلئے اور معاشرے کے امن کے لیے حدود و تعزیرات کا نظام نافذ کیا جاتا ہے۔

لہٰذا انسانی تاریخ میں معاشرے کو جرائم سے پاک کرنے اور مجرموں کی اصلاح کرنے کے لیے اس نظام کا نفاذ از حد ضروری ہے اور پھر اس نظام کے نفاذ کے کیا کیا مقاصد ہوتے ہیں جس کی وجہ سے معاشرہ اور اسلامی ریاست میں یہ نظام فائدہ مند ثابت ہو سکتا ہے۔ آخر وہ کیا مصالح اور حکمتیں پوشیدہ ہیں۔ جن کے معاشرے پر مثبت اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ ذیل میں ریاستی امن وامان، حدود و تعزیرات اور اس میں پوشیدہ مصالح اور حکمتوں پر تفصیلا روشنی ڈالی جائے گی۔ [1]

مسلم ریاست، تعارف ضرورت واہمیت:

انسان چونکہ مدنی الطبع ہے اور اسے اپنی معاشی اور سیاسی ضروریات کیلئے جماعت سے منسلک ہونا پڑتا ہے۔ جس کیلئے اجتماعیت بہت ضروری ہے اور اس اجتماعی زندگی اور انسانی معاشرت کے تمام اداروں میں ریاست کو مرکزی اہمیت حاصل ہے۔ جو معاشرے میں امن وامان، معاشی لین دین، تمدنی معاملات کی استواری کا نگران و محافظ ہے۔ غرضیکہ زندگی کے ہر شعبہ میں ریاست جیسا ادارہ ہی انسانی ضروریات کو قانون کی حفاظت میں پورا کر سکتا ہے۔

انسان نے اپنی اجتماعی زندگی کی ترتیب و تنظیم کیلئے جو ادارے قائم کئے ان میں ریاست کا ادارہ سب سے اہم اور بنیادی ہے۔

---

[1] شبلی نعمانی، سیرت ﷺ، (لاہور: الفیصل ناشران کتب، ۱۹۹۱ء)، ۲: ۱۳

ریاستی امن وامان کا تعارف:

کسی بھی ریاست وحکومت کی کامیابی کا مدار اس ریاست کے اندرونی امن وسکون پر ہوتا ہے اگر ریاست میں امن وسکون قائم ہے تو وہ ریاست تیزی سے ترقی کی طرف گامزن رہتی ہے اور اگر کسی ریاست میں امن وامان کا فقدان ہے تو اس ریاست میں بہت سے قبیح جرائم مثلاً چوری، ڈاکے، لوٹ کھسوٹ، اقرباپروری، قتل وغارت گری اور فحاشی و عریانی بڑھنے لگتی ہے۔ اور اس کی وجہ سے افراد معاشرہ میں بے چینی اور خوف وہراس پھیل جاتا ہے۔ جب ہم تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہ بات محسوس ہوتی ہے کہ ریاستِ نبوی سمیت وہی ریاستیں آگے بڑھ سکیں اور اپنی اقوام کے تمدن نے عالمگیریت کا مقام حاصل کیا۔ جن ریاستوں میں امن وامان قائم رہا۔

ریاست لغوی معنی:

ریاست کا لفظ رأس سے مأخوذ ہے۔ رأس کسی بھی چیز کی بلندی، انتہاء اور چوٹی کو کہاجاتا ہے۔

علامہ زبیدی اس کا لغوی معنی بیان کرتے ہیں:

الرأس اعلی کل شیء من المجاز: الرأس: سید القوم والرئیس کالامیر[2]

ہر چیز کی بلند ترین سطح کو رأس کہتے ہیں، مجازاً رأس کا لفظ قوم کے سردار کے لئے بھی مستعمل ہے اور لفظ رئیس امیر کے ہم معنی ہے۔

ابن منظور افریقی کے نزدیک:

''والسیاسة القیام علی الشئ بما یصلحه ، والسیاسة فعل السائس۔ ورجل ساسٌ من قوم ساسةٍ وسوّاس[3]

معلوم ہوا کہ ہر چیز کی بلندی کو رأس کہاجاتا ہے اور تعدادیا عزت اور مقام کے اعتبار سے بڑے انسان یا قوم کو بھی رئیس کہاجاتا ہے۔

بیان اللسان میں ہے: ''ریاست سے مراد سرداری کرنا اور جلسہ کی صدارت کرنا ہے۔''[4]

ریاست مادہ رأس سے رئاس، الرائس اور الرئیس ہے۔

---

[2] تاج العروس من جواهر القاموس، ۲۹۷/۸

[3] ابن منظور افریقی، **لسان العرب**، بذیل مادہ، ''سوس'' (بیروت: دار صادر، ۱۹۵۶ء)، ۶: ۱۰۷

[4] سجاد میرٹھی، زین العابدین، **بیان اللسان**، (میرٹھ: مکتبہ علمیہ، ۱۹۵۰ء)، ۳۰۰

اہل عرب رئیس اس کو کہتے ہیں۔ جو مرتبے میں سب سے اونچا ہو اور سب سے اول ہو اور اس کے عمومی معنی سرداری، سربراہی، حکومت و اقتدار وغیرہ کے ہیں۔ [5]

اگر اسلامی تاریخ میں فقہ السیاست کی کتابوں کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ مختلف ادوار میں ریاست کے لئے مختلف اصطلاحات مستعمل رہی ہیں۔

الماوردیؒ نے ریاست کے لئے الامامۃ والخلافۃ کے الفاظ استعمال کئے۔ [6]

علامہ ابن خلدونؒ نے مدینہ، عمارتِ انسانی اور الملک کے الفاظ استعمال کئے۔ [7]

امام ابنِ تیمیہؒ نے السیاسۃ الشرعیۃ اور الحسبہ فی الاسلام میں ولایات اور امانات کی اصطلاحاتِ ریاست کے لیے استعمال کی ہیں۔ [8]

According to H-J Laski:

The state, It is urged is intact the supreme pour in any given political society, but it is infect used to protect and promote in the society the interest of those who oun its instruments of production.[9]

مذکورہ بالا تعریفات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ریاست کا مفہوم حکومت وسیاست سے بھی وسیع تر ہے اور دنیائے کے اسلام کے مشہور فلسفی ابو نصر الفارابی اجتماع انسانی اور ریاست کو دو اقسام میں تقسیم کرتے ہیں۔ ایک کو ریاستِ فاضلہ اور دوسری کو ریاستِ جاہلیہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ [10]

مولانا مودودیؒ لکھتے ہیں کہ:

"ریاست وہ ہیبتِ سیاسی ہے جس کے ذریعہ ایک ملک کے باشندے ایک باقاعدہ حکومت کی شکل میں اپنا اجتماعی نظم قائم کرتے ہیں اور اسے قوتِ قاہرہ اور قوتِ نافذہ کا امین قرار دیتے ہیں۔"[11]

---

5 اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ، (لاہور: دانش گاہ پنجاب یونیورسٹی، ۱۹۷۳ء)، ۱۰: ۴۱۵

6 الماوردی، ابوالحسن علی بن محمد، **الاحکام السطانیہ والولایات الدینیہ**، (بیروت: شرکۃ دارالارقم، س،ن)، ۵۰

7 ابنِ خلدون، عبدالرحمٰن، **تاریخ ابنِ خلدون**، مترجم مولانا عبدالرحمٰن دہلوی، (لاہور: الفیصل ناشران وتاجران کتب، جنوری ۱۹۹۳ء)، ۶۳

8 ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ، احمد بن عبدالحلیم، **الحسبہ فی الاسلام**، (القاہرۃ: المطبعۃ السلفیۃ)، ۵

9 Laski, H-J, A grammar of politics, (London: George Allen and unwind, 1967), 3.

10 ابو نصر الفارابی، **آراء اھل المدینۃ الفاضلۃ**، م۔س۔ن، ۱۴

11 مودودی رحمہ اللہ، سید ابوالاعلیٰ مودودی، **اسلامی ریاست فلسفہ، نظام کار اور حکمرانی**، (لاہور: اسلامک پبلی کیشنز، شاہ عالم مارکیٹ، مارچ ۱۹۹۲ء)

شاہ ولی اللہؒ نے ریاست کی تعریف یوں کی ہے: اس سے مراد وہ جماعتیں ہیں:

المرادهنا: بالمدينة جماعة متقاربة تجرى بينهم المعاملات ويكون اہل منازل شئ"

اس سے مراد وہ جماعتیں ہیں جو قریب قریب آباد ہوں ان میں باہم معاملات ہوتے رہیں اور جدا جدا ،مکانوں میں بود و باش رکھتے ہوں۔ [12]

مولانا حامد الانصاری کے نزدیک:

سلطنت (State) ریاست سے مراد وہ رقبۂ زمین ہے جہاں انسانوں کی سیاسی تنظیم ایک اجتماعی ہئیت اختیار کر لیتے ہیں۔ [13]

امن کے معنی و مفہوم:

امن جس کا مادہ ا۔م۔ن ہے۔ یہ عربی زبان کا لفظ ہے۔ لغوی اعتبار سے اس کے بہت سے معانی ہیں۔

الامن ضد الخوف۔ [14] (امن خوف کی ضد ہے)

صاحبِ منجد امن کے معنی یوں بیان فرماتے ہیں:

أمن: أمنًا وأماناً وأمنةً: اطمأنَّ فهو امِن [15]

امن کا مطلب ہے مطمئن ہونا، بے خوف ہونا، لفظ امن اطمینان کے علاوہ سلام اور سلامتی کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

المعجم الوسیط میں اس لفظ کے معنی یوں بیان کئے گئے ہیں:

''أمِنَ: اطمأنَّ ولم يخف أمن البلدُ، اطمأنَّ فيه اهلهُ [16]

امن کا مطلب ہے مطمئن اور بے خوف ہونا اور امن البلد کا مطلب ہے ملک میں اس کے رہنے والے امن میں ہو گئے۔

---

12 شاہ ولی اللہ، **حجۃ اللہ البالغۃ**، (کراچی: مطبوعہ اصح المطبع، س۔ن)، پروفیسر خورشید احمد، **اسلامی نظریہ حیات**، ١٦

13 الانصاری، حامد، مولانا، **اسلام کا نظام حکومت**، (لاہور: الفیصل پبلیشنگ کمپنی اردو بازار)، ٨٠

14 ابن منظور افریقی، محمد بن مکرم، **لسان العرب مادہ** (ا۔م۔ن) (بیروت: مکتبہ دارالفکر، ١٩٩٠ء)، ١٣: ٢١

15 لویس معلوف، **المنجد**، (لاہور: خزینہ علم و ادب)، ٣٧

16 دکتور ابراہیم ورفقائہ، **المعجم الوسیط**، (تہران: المکتبہ العلمیۃ)، ١: ٢٧

جب تم بے خوفی اور اطمینان کی حالت میں ہو۔ اس کے ایک معنی اطمینان حاصل ہونے اور بے خوف ہونے کے بھی ہیں جیسا کہ سورۃ بقرہ میں ہے: فَإِذَا أَمِنْتُمْ [17]

امن کے مادہ سے جس طرح مومن بنا ہے اسی طرح امین بھی بنا ہے اور امین اسے کہتے ہیں جو صاحبِ امانت ہو جو خیانت نہ کرے جس پر لوگ اعتماد کریں اور اپنی چیزیں اور اپنی باتیں اس کے پاس چھوڑ آئیں اور بے فکر ہو جائیں۔ اس معنی میں پیغمبر کو رسول امین قرار دیا گیا ہے۔

امن کے معنی حفاظت اور سامانِ زیست کی فراوانی کے بھی ہیں:

وَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَ الْخَوْفِ [18]

"اللہ ایک بستی کی مثال بیان فرماتا ہے جو امن و سلامتی کی حالت میں تھی اور اس میں سامانِ زیست ہر جگہ سے بافراغت آتا تھا پھر جب اس نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی تو اللہ نے اسے بھوک اور خوف کے عذاب کا مزہ چکھایا۔"

امن کے معنی غم سے نجات کے بھی ہیں جیسا کہ سورۃ آلِ عمران میں آیا ہے:

وَ ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا [19]

"پھر اس نے تم پر غم کے بعد امن والی اونگھ اتاری۔"

اسلامی ریاست میں امن و امان کے قیام کیلئے بہت سے عناصر ترکیبی ملکر کام کرتے ہیں مثلاً اس ریاست میں مذہبی آزادی ہو۔ ہر شخص اپنے دین و مذہب اور رسوم ورواج اور عبادات کی ادائیگی میں آزاد ہو۔

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ [20]

اس کے علاوہ قیام امن اور فتنہ وفساد کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینکنے کیلئے ایفائے عہد کو بھی لازم قرار دیا۔

---

[17] البقرۃ: ۲۳۹

[18] النحل: ۱۱۲

[19] آل عمران: ۱۵۴

[20] البقرۃ: ۲۵۶

قرآن مجید میں ارشادِ خداوندی ہے کہ:

وُ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا [21]

اور نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا:

وُ لَا دِيْنَ لِمَنْ لَّا عَهْدَ لَهُ [22]

سیدنا ابنِ عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا:

اذا جمع الله الاولین والآخرین یوم القیامة یرفع لکلّ غادر لواء فقیل غدرة فلان بن فلان [23]

"جب اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اولین و آخرین کو جمع فرمائے گا تو ہر عہد شکن کیلئے ایک جھنڈا بلند کیا جائے گا اور کہا جائے گا یہ فلاں ولد فلاں کی عہد شکنی ہے۔"

اس کے علاوہ ریاست میں بسنے والے تمام افراد کے مابین معاشرتی اور معاشی استحکام بھی بہت ضروری ہے تاکہ معاشرہ کے افراد ایک دوسرے کیلئے خیر اور بھلائی کا ذریعہ بنیں۔ گناہ و ظلم میں ایک دوسرے سے تعاون نہ کریں۔ قرآن کریم میں اس اصول کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے:

وُ وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ [24]

"نیکی اور پرہیز گاری میں ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور زیادتی میں کسی کی مدد نہ کرو۔"

الغرض معاشرے میں معاشرتی استحکام کیلئے اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں اور نبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے اپنی تعلیمات کے ذریعے معاشرے میں رہنے والے تمام طبقات و افراد کے حقوق بیان کر دیے ہیں۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ ایثار کی تعریف کرتے ہوئے قرآن پاک میں فرمارہے ہیں:

وُ وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ [25]

"وہ اپنی جانوں پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ وہ خود تنگی میں ہوں۔"

---

[21] بنی اسرائیل: ۳۴

[22] احمد بن حنبل، **المسند**، (القاہرۃ: دارالفکر)، ۳: ۱۳۵

[23] مسلم، **الجامع الصحیح**، ۷۶۹، حدیث: ۴۵۲۹

[24] المائدہ: ۲

[25] الحشر: ۹

اسی طرح اسلامی ریاست میں احترام انسانیت و مساوات بھی اعلیٰ مقام کی حامل صفات ہیں۔ اسلام نے مساواتِ انسانی کو اپنے مخصوص اور متوازن انداز میں قرآن وحدیث میں بیان فرمایاہے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

وُ یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِیْرًا[26]

"اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی جان سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت سے مرد پھیلائے۔"

ایک اور حدیث میں ﷺ نے فرمایا:

لیس لأحد على أحد فضل الا بالدين أو بالتقوى[27]

"کسی کو بھی ایک دوسرے پر فضیلت حاصل نہیں مگر صرف تقویٰ کی بنیاد پر۔"

مساوات پر مبنی قرآن و سنت کی یہ تعلیمات داخلی امن و استحکام کے قیام کیلئے بہت اہمیت کی حامل ہیں۔ کیونکہ جب معاشرے میں بسنے والے تمام افراد اسلام کی مساوات پر مبنی تعلیمات پر عمل پیرا ہوتے ہوئے حقوق و معاملات کی انجام دہی کر رہے ہوں گے تو باہمی الفت کا قیام ایک یقینی امر ہو گا۔

اسی طرح داخلی امن و امان اور استحکام ریاست کیلئے قانون کی بالادستی ضروری ہے۔ مجرم جرم کر لینے کے بعد کتنا ہی عالی نسب کیوں نہ ہو اسلامی تعلیمات اس پر سزا کے نفاذ کو ضروری خیال کرتی ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ کے پاس ایک قریشی قبیلہ بنو مخزوم کی ایک عورت فاطمہ جس نے چوری کر لی تھی کو لایا گیا لوگوں نے حضرت اسامہ بن زید بن حارثہؓ کو آپ ﷺ کے پاس اس کی سفارش کیلئے بھیجا تو آپ ﷺ اس بات پر ناراض ہوئے اور آپ نے حضرت اسامہؓ سے فرمایا:

کیا تم اللہ تعالیٰ کی حدود میں سفارش کرتے ہو۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے لوگوں کو خطبہ دیا جس میں آپ ﷺ نے فرمایا اے لوگو! تم سے پہلے لوگ اس لئے گمراہ ہوئے تھے کہ جب ان میں سے کوئی طاقتور چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے اور جب کوئی ضعیف چوری کرتا تو اسے سزا دیتے۔

والذی نفسی بیده لو فاطمة فعلت ذلك لقطعت يدها

---

[26] النساء: ۱

[27] بیہقی، ابو بکر احمد بن حسین، **شعب الایمان**، (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۴۱۰ھ)، حدیث: ۵۱۴۲

اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر فاطمہ بنتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی چوری کرتی تو میں اس کے ہاتھ بھی کاٹ دیتا۔[28]

اسلامی حدود و تعزیرات کے نفاذ کے ذریعے قیامِ امن:

نبی اکرم ﷺ نے اپنی تعلیمات کے ذریعے سے جزیرہ عرب میں اسلامی حدود و تعزیرات کے نفاذ کے ذریعے امن و امان قائم کیا اور بدامنی کا مکمل خاتمہ کر دیا اور اگر معاشرے میں اسلامی سزائیں صحیح طور پر نافذ ہو جائیں تو اس کے نتیجہ میں یقینی امن و امان قائم ہو جاتا ہے۔ موجودہ زمانے میں اس کی مثال سعودی عرب ہے۔

اسلام چونکہ دینِ فطرت ہے۔ اس لیے قرآن و سنت میں مقرر کردہ سزاؤں کا نظام ایک فطری بنیاد رکھتا ہے۔ اسلام نے معاشرے میں نفاذِ حدود کے دو ہدف متعین کیے ہیں ایک جزاء اور دوسرا قرآن کریم نے چوری کی سزا بیان کرنے کے بعد فرمایا: "جَزَآءً ۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ"[29]

"یعنی چوری کی یہ سزا اللہ کی طرف سے ایک تو جرم کی پاداش ہے اور ساتھ ہی ساتھ یہ عبرت کا سامان بھی ہے۔"

بنیادی انسانی حقوق کے تحفظ میں حدود و تعزیرات کا کردار:

کائنات میں سب سے سنگین ترین اور ریاست کو سب سے زیادہ عدم استحکام کا شکار کرنے والے جرائم وہ ہیں جن پر شریعت اسلامیہ نے سزائے حد مقرر کی ہے یہ وہ جرائم ہیں جو سب سے زیادہ فساد و انتشار کا سبب بنتے ہیں اور جن کی کوکھ سے کئی جرائم جنم لیتے ہیں اگر ان جرائم کی سخت ترین سزائیں مقرر نہ کی جاتی اور بروقت کارروائی کر کے ان جرائم کو پھیلانے والے عناصر کو نہ پکڑا جائے تو کسی بھی ریاست کا قائم رہنا مشکل ہی نہیں ناممکن ہو جاتا ہے کسی بھی شخص کا دین، جان، مال، نسب و نسل محفوظ نہیں رہتا۔

امورِ خمسہ کی اہمیت:

دین، جان، مال، عقل، نسب و نسل وہ امور ہیں جن کو مقاصدِ شریعت قرار دیا جاتا ہے اور انسان کی زندگی انہی پانچ امور کے گرد گھومتی ہے اور سابقہ شرائع نے بھی ان امور کے تحفظ کیلئے حدود مقرر کی تھیں جن سے ان امور کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔

---

[28] ابو داؤد، **السنن**، ۷/۱۶، حدیث: ۴۳۸۷

[29] المائدہ: ۳۸

امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''إن جلب المنفعة ودفع المضرة من مقاصد الخلق وصلاح الخلق في تحصيل مقاصدهم لكنا نعني بالمصلحة، المحافظة على مقصود الشرع، ومقصود الشرع من الخلق خمسة۔ وهو ان يحفظ عليهم دينهم، وانفسهم، وعقلهم، ونسلهم، ومالهم فكل ما يتضمن حفظ ہذه الاصول الخمسة فهو مصلحة وكل ما يفوت ہذه الاصول فهو مسفدة ودفعها مصلحة، وہذه الاصول الخمسة حفظها واقع في رتبة الضرورات، فهي اقوى المراتب وعقوبة المبتدع الداعي البدعته، فان ہذا يفوت على الخلق دينهم، وقضاؤه بايجاب القصاص اذبه حفظ النفوس وايجاب حد الشرب، اذبه حفظ النسب والانساب زجر الغصاب والسراق، اذبه يحصل حفظ الاموال التي ہی معايش الخلق وہم مضطرون اليها، وتحريم تفويت ہذه الامر الخمسه والزجر عنها يستحيل الا تشمل عليه ملة من الملل وشريعة من الشرائع التي أريد بها اصلاح الخلق ولذالم تخنى الشرائع في تحريج الكفر والقتل والزنى والسرقة وشرب السكر[30]

"بے شک جلبِ منفعت اور دفع مضرت مقاصدِ خلق میں سے ہے، مخلوقات کی اصلاح ان کے مقاصد کے حصول میں ہے۔ مصلحت سے مرادشریعت کے پیشِ نظر مخلوقات کے پانچ مقاصد ھیں۔ تحفظِ دین، تحفظِ نفس، تحفظِ عقل، تحفظِ نسل، تحفظِ مال۔ ہر وہ کام جو ان اصولِ خمسہ کی حفاظت کرنے والا ہو وہ مصلحت ہے۔ اور جس سے ان اصولوں کو نقصان پہنچتا ہو وہ مفسد ہے۔ اور اس کا دور کرنا مصلحت ہے۔ ان اصولِ خمسہ کا تحفظ ضرورت کے درجہ میں ہے اور یہ مصالح کے درجات میں قوی ترین درجہ ہے۔ گمراہ، مرتد، کافر اور بدعتی لوگوں کا دین تباہ کرتا ہے اس لئے شریعت نے اس کے قتل کا حکم دیا ہے۔ اور جرم پر قصاص مقرر کیا ہے تاکہ تحفظِ نفس کا مقصد حاصل کیا جا سکے۔ عقل انسان کے مکلف ہونے کی بنیاد ہے لہٰذا تحفظِ عقل کیلئے شراب نوشی کی سزا مقرر کی گئی ہے۔ تاکہ لوگوں کے مال کو اور ان کی معیشت کو تحفظ فراہم کیا جائے۔ یہ ناممکن ہے کہ کوئی شریعت ان پانچ اصولوں کو پامال کرنے والوں کی سرزنش اور تنبیہ کا سامان نہ کرے ہر شریعت کا مقصود چونکہ انسانوں کی اصلاح اور فلاح ہوتا ہے اس لیے کفر، قتل، زنا، سرقہ اور نشہ آور اشیاء کا استعمال ہر شریعت میں حرام قرار دیا گیا ہے۔"

---

[30] غزالی، ابو حامد، **المستصفی**، (مصر: مطبعۃ امیریۃ، ۱۲۹ع)، ا: ۲۷۸

ان اصولِ خمسہ کا تحفظ ہر شریعت اور ہر دور میں ضروری رہا ہے۔ کیونکہ ان کے بغیر نہ امن و امان قائم ہو سکتا ہے اور نہ معاشرہ یا ریاست سکون سے رہ سکتے ہیں۔

تحفظِ دین:

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت و رہنمائی کیلئے انبیاء و رسل بھیجے اور اسے عقل و شعور و آگاہی کے زیور سے آراستہ کیا۔ تمام مخلوقات پر فضیلت عطا کی اور انسان کی تخلیق اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کیلئے فرمائی۔

ۇ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ [31]

"اللہ تعالیٰ نے انسان کو زندگی گزارنے کیلئے دینِ اسلام کی صورت میں مکمل ضابطۂ حیات دیا۔"

چنانچہ ارشادِ ربانی ہے:

ۇ اُدْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً [32]

"اسلام میں مکمل طور پر داخل ہو جاؤ۔"

اور اگر کوئی انسان دینِ اسلام کے علاوہ کوئی اور دین پسند کرے گا تو اس کا یہ عمل قبول نہیں کیا جائے گا۔

چنانچہ ارشاد ہوا:

ۇ وَ مَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَ هُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ [33]

"جو شخص اسلام کے سوا اور دین تلاش کرے، اس کا دین قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان پانے والوں میں ہو گا۔"

اسی طرح مرتد کے بارے میں ارشادِ ربانی ہے:

ۇ وَ مَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَ هُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ [34]

[31] الذاریات: ۵۶

[32] البقرہ: ۲۰۸

[33] آل عمران: ۸۰

[34] البقرہ: ۲۱۷

نبی اکرم ﷺ نے مرتد کی سزا بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

مِن بدّل دینه فاقتلوهُ[35]

"جو اپنا دین بدل لے اس کو قتل کر ڈالو۔"

ایک حدیث میں ارشاد فرمایا:

لا يحل دم إمرى مسلم، يشهد أن لا اله الا الله وأني رسول الله إلا بإحدى ثلاث، النفس بالنفس والثيب الزاني، والمفارق لدينه التارك للجماعة[36]

"جو آدمی اس بات کی گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک (محمد) اللہ کے رسول ہیں تو اس کا خون کرنا سوائے تین صورتوں میں سے کسی ایک کے جائز نہیں بطورِ جان کے بدلے جان، دوسرا یہ کہ محصن ہو کر زنا کرے، تیسرے یہ کہ دین کو چھوڑ دے اور مسلمانوں کی جماعت سے الگ ہو جائے۔"

ان احادیث اور آیات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کے دین کی حفاظت کیلئے یہ سزا مقرر کی ہے اور اتنی بڑی سزا مقرر کرنے کی وجہ بھی یہی ہے کہ جب ایک انسان اسلام سے مرتد ہوتا ہے تو وہ خود بھی برباد ہوتا ہے اور کئی دوسرے لوگوں کے اذہان میں بھی اسلام سے متعلق شکوک و شبہات پیدا کر دیتا ہے۔ اور اسلامی حدود و تعزیرات کا ایک اہم مقصد انفرادی، اور اجتماعی سطح پر لوگوں کے دین کا تحفظ اور دینِ اسلام کے وقار کی حفاظت کرنا اور ریاست کو مکمل تحفظ دینا ہے۔

جان کا تحفظ:

حدود و تعزیرات کے مقاصد میں ایک اہم مقصد جان کا تحفظ بھی ہے اور اس کے لئے شریعتِ اسلامیہ میں قصاص و دیت اور حدود و تعزیرات کی صورت میں سزائیں تجویز کی گئی ہیں اور جس معاشرے میں انسانی جان کی قدر و قیمت ختم ہو جائے وہ معاشرہ کبھی بھی امن و سکون سے نہیں رہ سکتا۔ اسلام نے تحفظِ جان کیلئے بہت سے اقدام کئے ہیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

وَ مَنۡ اَحۡيَاهَا فَكَاَنَّمَاۤ اَحۡيَا النَّاسَ جَمِيۡعًا[37]

---

[35] الجامع الصحیح للبخاری، **کتاب استتابة المرتدین**، باب حکم المرتد.... حدیث: ۶۹۲۲

[36] ایضاً، **کتاب الدیات**، باب قول اللہ ان النفس بالنفس والعین بالعین، حدیث: ۶۸۷۸

[37] المائدۃ: ۳۲

جس نے کسی دوسرے کو علاوہ جان کے بدلے یا زمین میں فساد برپا کرنے کی غرض سے قتل کیا تو اس نے گویا سب لوگوں کو ہی مار ڈالا۔

یہاں ایک شخص کے قتل کو پوری انسانیت کا قتل قرار دیا گیا ہے۔ اس متاعِ حیات کو بچانے کیلئے اللہ تعالیٰ نے خودکشی کو بھی حرام قرار دیا۔ اور موت کی تمنا کرنے کو بھی۔ حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"تم میں سے کوئی بھی مصیبت کی وجہ سے موت کی تمنا نہ کرے اگر موت کی تمنا ضروری ہی سمجھے تو یوں کہہ دے اے اللہ! جب تک زندگی میرے لئے بہتر ہے مجھے زندہ رکھ اور جب موت میرے لیے بہتر ہو تو مجھے مار ڈال۔"[38]

اور جو شخص قتل انسانی کا مرتکب ہو تو اسلام نے اس کے لئے دو قسم کی سزائیں تجویز کی ہیں ایک دنیا میں سزا اور دوسری آخرت میں۔

وَ مَنْ یَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِیْهَا وَ غَضِبَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ لَعَنَهٗ وَ اَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِیْمًا[39]

"ان اخلاقی تعلیمات کے ساتھ ساتھ اسلام نے انسانی جان کے تحفظ اور ریاستی امن و امان کو قائم رکھنے کیلئے قصاص کی صورت میں سزائیں مقرر فرمادی ہیں۔"

چنانچہ جان کے تحفظ کیلئے قصاص کا قانون مقرر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الْقِصَاصُ فِی الْقَتْلٰى اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَ الْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَ الْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى فَمَنْ عُفِیَ لَهٗ مِنْ اَخِیْهِ شَیْءٌ فَاتِّبَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ وَ اَدَآءٌ اِلَیْهِ بِاِحْسَانٍ ذٰلِكَ تَخْفِیْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ رَحْمَةٌ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِیْمٌ. وَ لَكُمْ فِی الْقِصَاصِ حَیٰوةٌ یّٰۤاُولِی الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ[40]

---

[38] الجامع الصحیح، للبخاری، **کتاب الدعوات**، باب الدعا بالموت، حدیث: ۶۳۵

[39] النساء: ۹۳

[40] البقرۃ: ۱۷۹، ۱۷۸

سید سابق لکھتے ہیں:

"زندگی مطلوب بالذات ہے اور قصاص اسے قائم رکھنے کا ذریعہ کیوں کہ جب ایک انسان کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر اس نے کسی کو قتل کیا تو بدلے میں خود اسے قتل کر دیا جائے گا تو وہ قتل نہیں کرتا یوں وہ جسے قتل کرنا چاہتا تھا اس کی جان بھی اور اپنی جان بھی بچا لیتا ہے۔[41]

حافظ صلاح الدین یوسف لکھتے ہیں:

"جب قاتل کو یہ خوف ہوگا کہ میں قصاص میں قتل کر دیا جاؤں گا تو پھر اسے کسی کو قتل کرنے کی جرأت نہیں ہوگی اور جس معاشرے میں یہ قانون قصاص نافذ ہو جاتا ہے وہاں یہ معاشرے کو قتل و خونریزی سے محفوظ رکھتا ہے۔ جس سے معاشرے میں امن و سکون رہتا ہے۔[42]

نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ:

"جس کا کوئی قتل ہو جائے یا اسے زخم آئے تو اسے تین چیزوں میں سے ایک کا اختیار ہے قصاص لے یا دیت قبول کر لے یا معاف کر دے اور اگر وہ چوتھی بات کا ارادہ کر لے تو اس کا ہاتھ پکڑ لو۔"[43]

نبی ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع میں ارشاد فرمایا:

فإن دماءکم واموالکم وأعراضکم ، حرام علیکم کحرمة یومکم ہذا فی بلدکم ہذا فی شہرکم ہذا[44]

"بے شک تمہارے خون، تمہارے اموال، تمہاری عزتیں تم پر اس طرح حرام ہیں جس طرح آج کے دن کی اس شہر کی اور اس مہینے کی حرمت ہے۔

اگر حدود و تعزیرات کا جائزہ لیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ جان کا تحفظ اولین مقاصد میں سے ایک ہے۔ اسلام نے ریاست سے فتنہ و فساد کے خاتمہ کیلئے محاربہ کی طرح زنا کی حد بھی مقرر کی۔

---

41 سید سابق، **فقہ السنہ**، ۲: ۲۹۲

42 صلاح الدین یوسف، **تفسیر احسن البیان**، ۷۸

43 مسند احمد، ۴: ۳۱، والسنن لأبي داؤد، **کتاب الدیات**، باب الإمام یأمر بالعدل فی الدم، حدیث: ۴۴۹۶

44 الصحیح لمسلم، **کتاب القسامة والمحاربین**، باب فی تغلیظ تحریم الدماء، حدیث: ۱۶۷۹

کیونکہ یہ معاشرتی فساد آپس میں لڑائی جھگڑے کی بنیاد بنتا ہے سید سابق تنفیذِ حدود کا مقصد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

فإن في تنفيذها حفظ النفوس۔[45]

"ان کی تنفیذ سے جانوں کی حفاظت مقصود ہے۔"

اسی طرح حدِ قذف بھی اگرچہ پاکدامن لوگوں کی عزت وعصمت کے تحفظ کیلئے مقرر کی گئی ہے لیکن اس میں بھی انسانی جان اور ریاستی استحکام کا تحفظ پایا جاتا ہے۔ حد خمر و میسر بھی عقلِ انسانی کے تحفظ کیلئے مقرر کی گئی۔ شراب کے متعلق حضرت عثمانؓ نے فرمایا:

إجتنبوا الخمر فإنها أُم الخبائث۔[46]

"شراب سے بچو یہ تمام برائیوں کی جڑ ہے۔"

کیونکہ حالتِ نشہ میں انسان قتل کرنے سے بھی گریز نہیں کرتا یا کم از کم بہتان بازی پر اتر آتا ہے۔ جس کی وجہ سے فتنہ وفساد برپا ہوتا ہے۔

سید متین ہاشمی لکھتے ہیں۔

''قد شرع الله القصاص وإعدام القاتل اشتقاماً منه زجر الغيره تطهيراً للمجتمع من الجرائم التي يضطرب فيها النظام العام ويختل معها الأمن[47]

"اللہ تعالیٰ نے قصاص لینا اور قاتل کو ختم کرنا، اور اس سے انتقام لینا، دوسروں کو تنبیہ کرنے، معاشرے کو ایسے جرائم سے جو نظام کو درہم برہم کر دیں اور امن کو تباہ کر دیں محفوظ رکھنے کیلئے شروع کیا ہے۔

عزت کا تحفظ:

حدود وتعزیرات کا ایک بڑا مقصد ریاست کے ہر فرد کی عزت کو تحفظ دینا بھی ہے جو کہ ہر فرد کا بنیادی حق ہے۔ چنانچہ اس کیلئے شریعت نے حدِ قذف مقرر کی ہے گویا حدودِ زنا وقذف کا اجراء اسلامی ریاست میں بسنے والے ہر فرد کی عزت کا ضامن ہے۔ اسی لئے قرآن میں سورۃ الحجرات میں ایک دوسرے کا تمسخر کرنے غیبت

---

45 فقہ السنۃ: ۳: ۱۷۳

46 السنن للنسائی، کتاب الأشربة، باب ذکر الآثام التولدۃ لمن شرب الخمر، حدیث: ۵۶۶۹

47 سید متین ہاشمی، **اسلامی حدوداور ان کا فلسفہ**، (دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری)، ۳۸

کرنے، تجسس کرنے تمام معاشرتی برائیوں کی نشاندہی کی گئی اور ان سے منع کیا گیا کیونکہ یہ سب چیزیں پامالی عزت کا سبب بنتی ہیں اور جس کی وجہ سے آپس کے تعلقات خراب ہوتے ہیں۔ معاشرہ میں امن وسکون برباد ہوتا ہے۔

الدکتور عبد الکریم زیدان حدِ زنا کا مقصد اور فلسفہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ:

ومفسدة الزنا مناقضة لصلاح العالم فإن العالم فإن المرأة إذا زنت، أدخلت العار على أهلها وزوجها وأقاربها ونكست رؤسهم بين الناس وإن حملت من الزنا فإن قتلت ولدها جمعت بين الزنا والقتل[48]

"زنا کا جرم معاشرے کی اصلاح کے خاتمے کا باعث ہے اگر ایک عورت زنا کرتی ہے تو وہ اپنے خاندان، خاوند، رشتہ داروں کی بے عزتی کا سامان مہیا کرتی ہے۔ جس وجہ سے لوگوں کے سامنے ان کے سر شرم سے جھک جاتے ہیں اور اگر وہ زنا کی وجہ سے حاملہ ہونے پر حمل گرائے تو بچے کے قتل کا سبب بنتی ہے یوں قتل وزنا کے دوہرے جرم کی مرتکب ٹھہری۔

سید متین ہاشمی لکھتے ہیں کہ:

"حرمتِ زنا کی دوسری وجہ عصمتوں کی حفاظت ہے کیونکہ عفت وعصمت کے ازالے کے بعد عورت اور اس کے قبیلے کے تمام افراد میں دنائت پیدا ہو جاتی ہے۔ عورت خود بھی ذلیل ہوتی ہے اور اس کے باعث اس کے خاندان کا وقار بھی بری طرح مجروح ہوتا ہے۔"[49]

قرآن مجید میں واضح طور پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَلَا تَقْرَبُوْا الزِّنَا إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَّسَآءَ سَبِيْلًا[50]

"اور اسے کبیرہ گناہوں میں شمار کیا۔"

وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ[51]

---

48 عبد الکریم زیدان، **الجامع فی الفقہ الاسلامی المفصل**، ۱۳۹

49 سید متین ہاشمی، **اسلامی حدود اور ان کا فلسفہ**، ۳۱

50 بنی اسرائیل: ۳۲

51 الفرقان: ۶۸

حدِ زنا مقرر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وُ اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِأَةَ جَلْدَةٍ وَّلَا تَأْخُذْكُمْ بِهِمَا رَأْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَائِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ[52]

اسی طرح حدِ قذف بھی عزت و آبرو کی حفاظت کی خاطر اللہ تعالیٰ نے مقرر کی ہے۔

ارشادِ ربانی ہے:

وُ وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمَانِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا وَّأُوْلٰٓئِكَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ[53]

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إن الزنا معصية كبيره يجب احتمالها وإقامة الحد عليها والمؤخذاة بها وكذالك القذف معصية كبيرة فيه إلحاق عار عظيم۔[54]

"بے شک زنا ایسا کبیرہ گناہ ہے جس کو ختم کرنا اور اس پر حد قائم کرنا واجب ہے اور اسی طرح تہمت لگانا بھی کبیرہ گناہ ہے کیونکہ اس سے بڑی بدنامی ہوتی ہے۔"

لہٰذا حدود وتعزیرات کے مقاصد میں ایک اہم ترین مقصد لوگوں کی نہایت قیمتی متاع، عزت و آبرو کی حفاظت بھی شامل ہے۔

نسل و نسب کا تحفظ:

اس کے علاوہ ایک اہم مقصد نسب و نسل کا تحفظ بھی ہے۔ اسلام نے فعل زنا پر رجم اور کوڑوں کی سزا مقرر کی ہے جس سے مقصود انسان کو نسلی اختلاط سے بچانا ہے گویا نسل و نسب کا تحفظ اسلام کے نزدیک بہت ضروری ہے۔ اگر زنا کی اتنی کڑی سزا مقرر نہ کی جاتی تو معاشرتی اور ریاستی نظام برباد ہو جاتا۔ رشتوں کا تقدس پامال ہو کر رہ جاتا۔

---

[52] النور: ۲

[53] النور: ۴

[54] شاہ ولی اللہ، **حجۃ اللہ البالغۃ**، ۲: ۱۶۸

جسٹس تنزیل الرحمٰن صاحب لکھتے ہیں:

"زنا کے پھیل جانے پر نتیجتاً جو امر مرتب ہو گا وہ یہ کہ لوگ اسی قسم کا تعلق قائم کر لینے پر اکتفا کر لیں گے اور اسی طرح خاندانی سلسلے کا نام و نشان باقی نہ رہے گا جس کی بنا پر معاشرے کے قوی تر روابط تباہ ہو جائیں گے اور نسل ضائع ہو جائے گی۔[55]

علامہ سید سابق فرماتے ہیں:

''وفی الزنی ضیاع النسب وتملیك الأموال لغیرأربابها عندالتوارث وفیه تعزیر بالزواج إذ أن الزنی قد ینتج عنه العمل فیقوم الرجل بتربیتة غیر ابنه۔''[56]

"زنا میں نسب کے ضیاع، غیر مستحقین کو وراثت میں حق دار بنانے اور خاوند کو دھوکہ دینے جیسے مفاسد ہیں اور اگر زنا کی وجہ سے حمل ٹھہر جائے تو انسان کو اس کے نتیجہ میں کسی دوسرے کی اولاد کی تربیت کرنا پڑتی ہے۔"

اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مفتی محمد شفیع صاحب فرماتے ہیں:

"جس قوم میں زنا عام ہو جائے وہاں کسی کا نسب محفوظ نہیں رہتا، ماں، بہن بیٹی وغیرہ جن سے نکاح نہیں ہو سکتا یہ سب رشتے بھی غائب ہو گئے تو اپنی بیٹی اور بہن بھی نکاح میں آ سکتی ہے یہ زنا سے زیادہ اشد جرم ہے۔[57]

لہٰذا ایسے جرم کے ارتکاب پر ریاست کا اخلاقی، معاشرتی، اور عائلی نظام درہم برہم ہو جاتا ہے۔

مال کی حفاظت:

تنفیذ حدود و تعزیرات میں ایک اہم چیز مال کی حفاظت بھی ہے۔ اسلام نے مال کی حفاظت کرتے ہوئے موت سے دوچار ہونے والے کو شہید قرار دیا ہے۔ ارشادِ نبوی ہے:

من قتل دون ماله فهو شهيد[58]

"جو اپنے مال کی حفاظت کرتے ہیں قتل ہو جائے وہ شہید ہے۔"

---

55 جسٹس تنزیل الرحمٰن، **مجموعہ قوانین اسلام**، ۵۲۷

56 فقہ السنۃ، ۳: ۱۷۳

57 مفتی محمد شفیع، **معارف القرآن**، ۲: ۳۴۶

58 الجامع الصحیح، للبخاری، **کتاب المظالم**، باب من قاتل دون مالہ، حدیث: ۲۴۸۰

اسلام مسلمانوں کو جائز طریقے سے مال کمانے کی تلقین کرتا ہے اور ارشادِ ربانی ہے:

وَ وَلَا تَأْكُلُوْا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ [59]

"اپنے مال آپس میں باطل طریقے سے نہ کھاؤ۔"

اس آیت کی رو سے اللہ تعالیٰ نے ہر اس طریقے کو حرام قرار دیا ہے جو غیر قانونی ہو اور جس کے ذریعے سے دوسرے کے مال کو ناجائز طریقے سے ہتھیانے کی کوشش کی جاتی ہو۔ جو شخص اپنے مال کی حفاظت کرنے میں خود ہی کاہلی کا مظاہرہ کرے تو اس کا مال چوری ہو جانے پر حد سرقہ جاری نہیں کی جائے گی۔ مال کی حفاظت کے ضمن میں شریعت اسلامیہ کی تعلیمات کا تعلق 'لقطہ' کے ساتھ بھی ہے کہ اگر راستہ میں پڑا ہوا ذوقیمت مال دستیاب ہو جائے تو عام حکم یہی ہے کہ اس کو اسی جگہ پڑا رہنے دیا جائے تا کہ اس کا مالک ڈھونڈتا ہوا اس جگہ پہنچ جائے۔ مال کی چوری کرنے والوں پر حد بھی مقرر کی گئی ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

وَ وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءً بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ [60]

عبد الرحمٰن جریری لکھتے ہیں کہ

أمر بقطع يدالسارق ذكرا كان أو انثىٰ أو حراً، مسلماً او غير مسلم صيانة للأموال وحفظا لها۔ [61]

"اللہ تعالیٰ نے اموال کی حفاظت کیلئے چور کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا ہے چاہے وہ مرد ہو یا عورت، غلام ہو یا آزاد، مسلمان ہو یا غیر مسلم۔"

اس کے علاوہ چور پر ہاتھ کاٹنے کے علاوہ جلاوطنی یا پھانسی کی سزا بھی ہو سکتی ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

وَ اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ [62]

---

[59] البقرہ: ۱۸۸

[60] المائدۃ: ۳۸

[61] عبدالرحمٰن الجزیری، **کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ**، ۱۲۲۳

[62] المائدۃ: ۳۳

عبد القادر عورۃ شہید رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"معاشرے کے افراد کے قبضہ میں مال محض ان کی انفرادی قوت کا باعث ہی نہیں ہوتا بلکہ وہ پورے معاشرے کے لئے باعثِ قوت واستحکام ہوا کرتا ہے اس لئے ضروری ہے کہ اس کو صحیح طریقہ پر محفوظ رکھا جائے صاحبانِ مال اپنے مالوں سے منفعت حاصل کرنا چاہتے ہیں تو ان کے طریقہ کار کی محافظت بھی ضروری ہے تاکہ مفادِ عامہ محفوظ رہ سکے۔"[63]

اس سے معلوم ہوا کہ حدِ سرقہ اور حدِ حرابہ کی تنفیذ کا بڑا مقصد مال کی حفاظت ہی تو ہے ایسے ہی اگر جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ حدِ خمر سے بھی ایک طرح سے مال کی حفاظت مقصود ہے کیونکہ اگر انسان شراب نوشی کرے گا تو مال کا ضیاع کرے گا۔

سید متین ہاشمی اس طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

شرب الخمر یدعوا إلی جلب الھموم وتضیق الارزاق۔[64]

"شراب نوشی غم ورنج کو دعوت دینے اور رزق میں تنگی کا باعث ہے۔"

تحفظِ عقل:

تنفیذ حدود و تعزیرات کے مقاصد میں ایک اہم مقصد عقل کا تحفظ بھی ہے کیونکہ اللہ نے عقل جیسی نعمت سے انسان کو نواز کر بہت احسان کیا ہے۔ قرآن میں اسی عقل کی بنا پر اسے غور و فکر کرنے کی دعوت دیتے ہوئے فرمایا:

﴿اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْآنَ﴾[65]

اس کے بارے میں مزید ارشادِ ربانی ہے:

﴿وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ﴾[66]

نیز فرمایا: ﴿وَكَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ﴾[67]

---

63 عبد القادر عودۃ، **اسلام کا فوجداری قانون**، ۱: ۵۴

64 سید متین ہاشمی، **جرم و سزا کا اسلامی فلسفہ**، ۶۴

65 محمد، ۲۴

66 النحل: ۴۴

67 البقرۃ: ۲۴۲

"اسی طرح اللہ تمہارے لئے اپنی نشانیاں بیان کرتا ہے تاکہ تم عقل سے کام لو۔"

عقل کی حفاظت کے لئے ہی اللہ تعالیٰ نے شراب کو حرام قرار دیا اور رسول ﷺ نے شراب نوش پر سزا بھی جاری فرمائی تاکہ کوئی بھی انسان شراب نوشی کرکے عقل جیسی نعمت سے محروم نہ ہو جائے۔ اس لئے حضرت عثمانؓ نے اس کے بارے میں فرمایا:

إِجْتَنِبُوْا الْخَمْرَ فَإِنَّهَا مِنْ ام الخبائث [68]

"شراب سے بچو کیونکہ یہ تمام برائیوں کی جڑ ہے۔"

ڈاکٹر متین ہاشمی شراب نوشی کی خرابیاں بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"دوسری بات یہ کہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے سب سے بڑی دولت عقل کی شکل میں عطا فرمائی جو انسان میں مکارم اخلاق کے حصول کا جذبہ پیدا کرتی ہے اور رذائل سے اجتناب پر مجبور کرتی ہے۔ نشے کی حالت میں اس پر پردہ پڑ جاتا ہے۔ اور انسان عزت و ذلت کے جذبات سے بے پرواہ ہو کر شہوات کے جہنم میں چھلانگ لگا دیتا ہے۔" [69]

اسی طرح محمد بن عبد اللہ الزاحم لکھتے ہیں:

''فليس للإنسان حرفي إيذا نفسه لإنه ملكا خاصاً لنفسه ، وإنما البدن مملوك لخالقه الذى أو جدة لعبادته وطاعته، ولمجتمعه عليه حق فلا يسوع له أن يبعث يعقل ملك الله ولا أن يهدر رحق الأمة فى نشاطه وفكره وعمله فإنه يعيش فى المجتمع و يستفيد من وجوه فعليه أن يلتزم بالنظام العام وإن يكن لهم كالبنيان وكالجسد الواحد إنما ينفع الجماعة إذا كان سليما عقلهُ'' [70]

انسان کو اس بات کی آزادی نہیں ہے کہ وہ خود اپنے آپ کو تکلیف دے کیونکہ وہ اپنے نفس کا خود مالک نہیں ہے بلکہ اس کا بدن اس کے خالق کی ملکیت ہے جس نے اسے یہ جسم اپنی عبادت و اطاعت کے لئے دیا ہے۔ انسان کے معاشرے اور سماج کا بھی اس پر حق ہے لہذا اس کے لئے اپنی عقل کو بے کار کرنا جائز نہیں کیونکہ یہ اللہ کی ملکیت ہے اور اس یہ بھی حق نہیں پہنچتا کہ اپنی عقل بے کار کرکے اپنی سرگرمیوں، سوچ و فکر سے امت کو محروم رکھے لہذا اس پر

68 السنن، **کتاب الأشربه**، باب ذکر الآثام المتولدة عن شرب الخمر، حدیث: ۵٦٦۹

69 **اسلامی حدود اور ان کا فلسفہ**، ۹۱

70 محمد بن عبداللہ الزاحم، **آثار تطبيق الشريعة الاسلامية فى منع الجريمة**، ۱۱۲

فرض ہے کہ معاشرے کے نظام کو اپنائے اور ان کے ساتھ ایک عمارت اور جسم کی مانند رہے اور یہ معاشرہ تبھی فائدہ حاصل کر سکے گا جب انسان کی عقل درست ہو گی۔

حدود و تعزیرات کے ان تمام مقاصد پر غور کرنے کے بعد یہ واضح ہوتا ہے کہ یہ تمام جرائم جو کہ معاشرے اور ریاست کے امن و امان کو تباہ و برباد کر ڈالتے ہیں لہذا ان کے تدارک کیلئے حدود اللہ و تعزیرات کا نفاذ بہت ضروری ہے۔

حدود و تعزیرات کے نفاذ کا فائدہ:

حدود و تعزیرات کا نفاذ انسان کی انفرادی ہی نہیں بلکہ اجتماعی زندگی کو پورے امن و عافیت کے ساتھ بسر کرنے کا ذریعہ بنتا ہے اور ان کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ سوسائٹی میں برائیاں رواج نہ پائیں، بد چلنی، فتنہ و فساد کو روکا جائے اور معاشرے میں بے راہ روی اور بد نظمی نہ پیدا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ ان برائیوں اور جرائم کی سخت سزائیں رکھی گئی ہیں جن کا برا اثر نہ صرف اصل مجرم تک ہی محدود رہتا ہے بلکہ اس سے پورے سماج اور معاشرے کی فضا متاثر ہوتی ہے۔ لہذا حکمتِ عملی یہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی ایسے جرم کا ارتکاب کرے جو نظامِ امن کیلئے کسی بھی طرح مہلک ثابت ہوتا ہو تو اسے ایسی سخت اور عبرتناک سزا دی جائے جس سے نہ صرف وہ خود باز آجائے بلکہ وہ تمام لوگ جو اس جرم کی طرف طبعی میلان رکھتے ہیں وہ اس ارتکابِ جرم کی ہمت نہ کریں اور وہ سزائیں صرف اسلام کی مقرر کردہ ہی ہیں۔

عصرِ حاضر میں پاکستان میں حدود و تعزیرات کا نفاذ:

اسلامی جمہوریہ پاکستان وہ خطۂ ارض ہے جو اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا تھا۔ لیکن صد افسوس کہ اس ملک میں اسلامی نظام صرف نام کا ہی رہ گیا لیکن اس کی عملی تنفیذ کہیں نظر نہیں آتی،۔ ہر شعبہ خواہ وہ تعلیم کا ہو یا معیشت کا یا سیاست کا ہو یا معاشرت کا۔ وہاں بالکل اسلام سے مفقود ہے اور اگر ہم اپنے قانونِ عدل کی بات کریں تو اس وطنِ عزیز پاکستان میں قائم ہونے والی حکومتیں قیامِ امن میں مخلص نہیں اور حصولِ اقتدار کیلئے تمام شرعی، اخلاقی اور ملکی قوانین نظر انداز کر دیے جاتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ جب قانون حکومتی جماعت کے زیرِ اثر ہو گا اور ذمہ دار حضرات ملک میں لا قانونیت کی سرپرستی کریں گے تو اس ملک میں عدل و انصاف کی بجائے ظلم، بد امنی فساد، قتل و غارت، ڈاکہ، چوری اور گینگ ریپ جیسے حالات سامنے آئیں گے۔ لہٰذا وطن عزیز میں داخلی امن و امان کیلئے ضروری ہے کہ عدالتی نظام کو قرآن و سنت کی روشنی میں مرتب کیا جائے اور عدالتوں میں سزاؤں کا نفاذ بھی قرآن و سنت کے مطابق کیا جائے اور اس میں ذمہ دارانِ حکومت پورے اخلاص کا مظاہرہ کریں اور بالا استثناء قانون شکنی کرنے والے افراد پر سزا کا اجراء ہو تو ان شاء اللہ یہ وطن امن کا گہوارہ بن سکتا ہے۔